الجامع لاحکام القرآن للقرطبی میں نبی کریم ﷺ کے خصائص وامتیازات کا مطالعہ

A STUDY OF PECULIARITIES (KHAṢAIṢ) OF THE HOLY PROPHET MUHAMMAD (ﷺ)IN THE LIGHT OF AL-JĀMI LI-AḤKĀM-AL-QURĀN BY AL-QURṬUBI

Noor-ul-Hassan
Ph D Scholar, Faculty of Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad**:**mnoorulhassanzia@gmail.com
Muhammad Sajjad
Associate Prof, Faculty of Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad:msajjadaiou@hotmail.com

Abstract

Qurān is primary and the most authentic source of the Sirah of the Prophet Muhammad (ﷺ) while exegesis complement it by linking between true meaning of the revelation and reliable traditions regarding Sirah. Although sirah writers have always been utilizing exegesis of the Qurān as conventional source yet studying about life of the Holy Prophet (ﷺ) through sole lens of exegesis authors is one of the latest trends of Sirah writing. *Imam Abu Abdullah Muḥammad bin Aḥmed al-Qurṭubi (671 AH)* authored his most famous and well-known exegesis with special focus on deriving commandments of Islamic Sharia. His book "al-J**ā**mi li-A**ḥ**k**ā**m-al-Qur**ā**n" has a lot of info about other branches of human and Islamic knowledge including Sirah. This article highlights peculiarities (Khaṣaiṣ) of the Holy Prophet Muhammad (ﷺ) discussed in said exegesis. Through this study light is thrown upon author's life, his works and the methodology he used with reference to the value of his sources. Collection of material, its comparison with original sources, authentication, and analysis of the opinion of worthy author has been adopted as methodology to conduct this study. The author has elaborated several of the Holy Prophet Muhammad (ﷺ) over other Prophets sent by Almighty Allah.

Keywords: Exegesis, al-Jāmi li-Aḥkām-al-Qurān, Sirah of Prophet Muhammad, Khaṣaiṣ, Qurṭubi.

سیرت طیبہ کا بنیادی ماخذ بلاشبہ قرآن مجید ہے۔ جو اولین اور محفوظ ترین ماخذ ہے۔ جبکہ قرآن مجید کی تفسیر سیرت طیبہ کا تکمیلی مصدر رہے۔ قرآن مجید میں کثیر مقامات پر نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کو زیرِ بحث لایا گیاہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے آیاتِ سیرت کے تحت، مباحثِ سیرت کو خصوصی طور پر بیان کیا ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر القرطبی (م 671ھ) نے الجامع لاحکام القرآن کے نام سے جامع فقہی تفسیر لکھی۔ اس تفسیر میں آیات سیرت کے تحت سیرت کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اور حسب موقع ان سے فقہی استدلال بھی کیا گیاہے۔ تحقیق کے میدان میں تفاسیر کے ضمن میں مباحثِ سیرت کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ایک نئے اسلوب کی بنیاد ہے۔ لہٰذا اس مقالہ تحقیق میں الجامع لاحکام القرآن للقرطبی میں بیان کردہ نبی کریم ﷺ کے خصائص و امتیازات کا مطالعہ کیا گیا ہے چنانچہ سب سے پہلے امام قرطبی کے احوال اختصار سے بیان کیے جائیں گے۔ اس کے بعد تفسیر قرطبی کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے گا۔ بعد ازاں مذکورالصدر عنوان پر تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

امام قرطبی کا مختصر تعارف

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر قرطبی[1] ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کا مراجع میں ذکر نہیں ملتا البتہ "ڈاکٹر قصبی محمود زلط" نے حالات و واقعات سے اندازہ لگا کر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ علامہ قرطبی غالباً موحد خلیفہ یعقوب بن یوسف ابن عبد المومن (580-595ھ) کے دور میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔[2] امام قرطبی کا وطن اصلی قرطبہ اندلس کا مشہور شہر اور تاریخ اسلام میں پانچ سو سال تک علم و عرفان اور تحقیق و تدقیق کا مرکز رہا۔ بعد ازاں مسلم حکمرانوں کے داخلی انتشار اور غیر مسلموں کی بیرونی سازشوں کے نتیجے میں انحطاط کا شکار ہو گیا اور بالآخر 23 شوال 633ھ / 29 جون 1236ء کو علم و ثقافت کا یہ مرکز قشتالوی بادشاہ فرڈی ننڈ سوئم کے قبضے میں چلا گیا۔ سقوطِ قرطبہ کے اس دلخراش حادثہ سے کچھ عرصہ قبل ہی امام قرطبیؒ کی ولادت ہوئی۔

علامہ قرطبی کے والد زراعت کے پیشے سے وابستہ تھے، علامہ قرطبی نے انہی کے زیر سایہ نشوونما پائی یہاں تک کہ وہ تین رمضان المبارک سن 627ھ کو صبح کو دشمن کے ایک حملے میں شہید ہو گئے اس وقت وہ فصل کی

1- القرطبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، مقدمہ، ج:1، ص:22، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان 2013ء

2- زلط، قصبی محمود، دکتور، القرطبی ومنهجه فی التفسیر، ص:10، المرکز القریب للثقافة والعلوم، مصر، س ن

کتائی میں مصروف تھے۔ جیسا کہ علامہ قرطبی نے خود سورۃ آل عمران کی تفسیر میں ارشاد باری تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا[3] کے تحت ذکر کیا ہے۔[4] انہوں نے قرطبہ ہی میں لغت عرب، قرآن مجید اور شعر کی تعلیم حاصل کی، ان کی فقہ، نحو، قراءات، بلاغت اور علوم قرآن میں معرفت و مہارت بھی وہیں کی علمی فضا کا نتیجہ تھی یہ ترتیب اندلس ہی میں مروج تھی ورنہ دیگر علاقوں میں پہلے صرف قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا پھر دیگر علوم سکھائے جاتے تھے۔[5]

ڈاکٹر قصبی زلط نے تفسیر قرطبی کے مطالعہ کے دوران قرطبہ میں ان کے درج ذیل معروف اساتذہ کے نام ذکر کیے ہیں:

1۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن القیسی القرطبی المعروف ابن ابی حجہ م643ھ۔

2۔ ابو سلیمان ربیع بن عبد الرحمٰن بن احمد بن عبد الرحمٰن ابن ربیع الشعری المتوفی 633ھ۔

3۔ ابو عامر یحی بن عامر بن احمد بن منیع الاشعری القرطبی۔[6]

تعلیم و تعلّم، تقویٰ و تزکیہ اور خلوص وللّٰہیت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد امام قرطبیؒ نے صعیدِ مصر کے قصبہ منیۃ ابن خصیب یا منیۃ بنی خصیب میں 9 شوال 671ھ / 1274ء وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

تفسیر قرطبی کا مختصر تعارف

تفسیر قرطبی کا نام "الجامع لاحكام القرآن والمبين لما تضمنه من السنة وآى الفرقان" ہے۔ امام قرطبی کی تفسیر میں موضوعی اور عمومی دونوں پہلو جمع ہیں۔ اس کے نام کا پہلا حصہ موضوعی پہلو پر دلالت کرتا ہے یعنی اس میں قرآنی آیات کے تناظر میں فقہی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا دوسرا حصہ عمومی پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی فقہی احکام کے علاوہ اس میں تمام آیات کی عمومی تفسیر اور اس ضمن میں آنے والی تمام احادیث کی وضاحت کی گئ

-3 سورۃ آل عمران، 169:3

-4 القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:4، ص:264-265

-5 ایضاً، مقدمہ، ج:1، ص:2

-6 زلط، قصبی محمود، القرطبی و منہجہ فی التفسیر، ص:12 تا 14

ہے۔ پھر فقہی احکام کے ساتھ لفظ "الجامع" لگا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس تفسیر میں قرآن کا فقہی مطالعہ کسی ایک مکتبِ فقہ کی آراء ذکر کرنے کے ساتھ مقید نہیں ہو گا بلکہ یہ فقہی آراء کا ایک جامع مطالعہ ہو گا جس میں تمام مکاتبِ فقہ کی آراء ذکر کی جائیں گی۔

تفسیر کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں تمام مکاتبِ فقہ کی آراء کا خلاصہ نہیں کہ لفظ "الجامع" سے مراد مشترکہ فقہی آراء کا مطالعہ ہو بلکہ اس میں فقہی احکام میں تمام مذاہب فقہیہ کا ایک طرح سے تقابلی مطالعہ ہے۔ جس کی بنیاد تو مالکی فقہی آراء پر ہے مگر ہر مسئلہ میں دیگر مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل بھی اس میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ مالکی آراء ذکر کرتے وقت مؤلف اکثر "قال علماؤنا" (ہمارے علماء کہتے ہیں) کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کہیں کہیں "المالکیۃ" یا "اصحاب مالک" بھی کہہ دیتے ہیں۔ حنابلہ کے لئے اکثر "اصحاب احمد"، شافعیہ کے لئے "الشافعیۃ" اور حنفیہ کے لئے "الکوفیون"، "اصحاب ابی حنیفۃ" اور "اھل الرای" کہتے ہیں۔ کبھی مذہبِ ظاہری کی رائے ذکر کرنا مقصود ہو تو "داؤد بن علی" یا "اصحاب داؤد بن علی" کہہ دیتے ہیں۔

تفسیر قرطبیؒ کا دوسرا پہلو عمومی تفسیر ہے جس میں قرآنِ مجید کی تمام آیات کا تفصیلی مطالعہ اور اس ضمن میں آنے والی احادیث کی وضاحت ہے۔ آیات کے تفصیلی مطالعہ میں مؤلفؒ نے صرفی تحقیق، نحوی ترکیبات، لغوی ماثورات، قراءات، تاریخی حقائق، صوفیہ کی طرز پر عارفانہ اشارات، ادعیہ و اذکار، فلسفیانہ موشگافیاں، سائنسی تحقیقات اور بیسیوں قسم کے دیگر تفسیری اقوال جمع کیے ہیں۔ احادیث کی وضاحت میں کتاب کا حوالہ، سند کا درجہ، راوی پر بحث، بعض دفعہ شانِ ورود اور مقام استدلال وغیرہ جیسے امور اس تفسیر میں ملتے ہیں۔ حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ اور آیات کے حوالہ سے اپنے دور کے مسائل کا ذکر امام قرطبیؒ کی نمایاں خصوصیت ہے۔

معاصر محقق محمد حسین ذہبی نے تفسیر قرطبی کا تعارف یوں کروایا ہے: " وعلی الجملة فان القرطبی رحمه الله فی تفسیره هذا حرفی بحثه، نزیه فی نقده، عف فی مناقشته وجدله ، ملم بالتفسیر من جمیع نواحیه بارع فی کل فن استطرد الیه وتکلم فیه[7]" (قرطبیؒ اپنی اس تفسیر میں آزاد تحقیق، بے لاگ تنقید اور غیر جانبدارانہ استدلال کے اصولوں پر کاربند نظر آتے ہیں۔ انہوں نے تفسیر کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا اور جس موضوع پر بحث شروع کی اسے نہایت مہارت سے پایہ تکمیل تک پہنچایا)۔

7۔ الذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، ج:3، ص:130، مکتبہ وھبہ، 2000ء

تفسیر قرطبی میں نبی کریم ﷺ کے خصائص و امتیازات

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بالعموم کل انسانوں اور بالخصوص جملہ انبیائے کرام کے مقابلے میں کئی ایسی خصوصیات سے نوازا جو کسی اور میں نہیں پائی جاتیں۔ قرآنِ مجید میں اجمالاً یا صریحاً ان کا تذکرہ موجود ہے۔ امام قرطبی نے متعلقہ آیات کے تحت نبی کریم ﷺ کے خصائص و امتیازات پر تحقیقی انداز میں گفتگو کی ہے جو مباحثِ سیرتِ طیبہ کا اہم ترین اور معتدبہ حصہ ہے۔ تحقیقی مقالہ میں ذیلی عنوانات کے تحت اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

تکمیلِ دین

نبی رحمت ﷺ کے خصائص میں سے "تکمیلِ دین "اہم ترین خصوصیت ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کے تناظر میں اسکی اہمیت اس اعتبار سے دوچند ہو جاتی ہے کہ اس مرحلہ پر نبوت ورسالت کے فرائض منصبی کی تکمیل ہوتی ہے اور ختمِ نبوت کا یہی تقاضا ہے۔ مفسرین اور سیرت نگاروں نے تکمیل دین پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ امام قرطبی نے اپنے انداز میں اس موضوع پر بحث کی ہے۔ آئندہ سطور میں اس کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[8]

آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین۔

قرطبی اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔

حضرت محمد ﷺ پر مکہ میں صرف نماز فرض تھی۔ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حج کرنے تک حلال اور حرام نازل کیا۔ جب آپ ﷺ نے حج فرمایا اور دین مکمل ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک یہودی حضرت عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو اگر اس آیت کا نزول ہم پر ہوتا تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمر نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواباً کہا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ۔ حضرت عمر نے کہا: قد عرفنا ذلک الیوم والمکان الذی نزلت فیہ علی النبی ﷺ وھو

8- سورۃ المائدہ، 3:5

قائم بعرفة یوم الجمعة میں اس دن کو جانتا ہوں جس دن میں نازل ہوئی اور اس مکان کو جانتا ہوں جس میں وہ نازل ہوئی یہ اللہ کے رسول ﷺ پر مقامِ عرفہ میں جمعہ کے دن نازل ہوئی۔[9]

روایت ہے کہ یہ جب حج اکبر میں نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے اسے پڑھا تو حضرت عمر رونے لگے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: مجھے اس چیز نے رلایا ہے کہ ہمارے دین میں زیادتی ہو رہی تھی اب جب ہمارا دین مکمل ہو گیا ہے تو کوئی چیز مکمل نہیں ہوتی مگر وہ کم ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ آپ نے سچ کہا ہے۔[10]

امام قرطبی اس آیت کے تحت اپنا مؤقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلا قول اصح ہے، یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور سن دس ہجری حجتہ الوداع کے موقع پر عصر کے بعد عرفہ کا دن تھا جب کہ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی عضباء پر عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اونٹنی کا بازو وحی کے بوجھ کی وجہ سے ٹوٹنے کے قریب تھا تو وہ اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔[11] دین سے مراد وہ شرائع ہیں جو ہمارے لیے مشروع اور مفتوح ہوئیں، کیونکہ یہ شرائع تھوڑی تھوڑی نازل ہوئیں اور آخر میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے نزول کے بعد کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا۔ یہ حضرت ابن عباس اور سدی کا قول ہے۔ جمہور علماء نے کہا: یہاں بڑے بڑے فرائض اور تحلیل وتحریم ہیں۔ فرمایا: اس کے بعد بھی بہت سا قرآن نازل ہوا اور اس کے بعد آیت ربا نازل ہوئی اور آیت کلالۃ نازل ہوئی۔ پس دین کا بڑا حصہ اور حج کا امر مکمل ہوا، کیونکہ اس سال میں مسلمانوں کے ساتھ کسی مشرک نے طواف نہ کیا اور نہ بیت اللہ کا کسی برہنہ شخص نے طواف کیا تمام لوگ عرفہ میں ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ شرائع اور احکام کی تکمیل کرکے اور دین اسلام کو غلبہ دے کر تم پر اپنی نعمت کو مکمل کیا جیسا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے کہا تھا: وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ[12] یہ مکہ میں

-9 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، رقم الحدیث:45

-10 الطبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، تفسیر الطبری، رقم الحدیث:11087، مرکز البحوث دار ھجر، مصر، 2001ء

-11 ایضاً، رقم الحدیث 11085

-12 سورۃ البقرہ، 150:2

امن اور اطمینان سے داخل ہونا ہے اور اس کے علاوہ نعمتیں ہیں جو اس ملت حنفیہ کو جنت کے دخول تک میسر آئی ہیں۔[13] امام قرطبی آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حج کی توفیق بخشی جس کے علاوہ ان پر اور ارکان دین باقی نہ تھے۔ پس صحابہ کرام نے تو حج کیا تو ان کے لیے دین جمع ہوا، اس لیے ارکان کی ادائیگی کے اعتبار سے اور فرائض کے قیام کے اعتبار سے آپ ﷺ فرماتے تھے۔ "پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے"[14] ۔صحابہ کرام نے کلمہ کی شہادت بھی دی، نماز بھی پڑھی، زکوٰۃ بھی دی، روزے بھی رکھے، جہاد بھی کیا اور عمرہ بھی کیا، لیکن حج نہیں کیا تھا۔ جب انہوں نے اس دن رسولِ کریم ﷺ کے ہمراہ حج کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد کیا جب کہ وہ عرفہ کی شام موقف میں تھے اس سے مراد یہ لیا کہ ان کے لیے دین کی وضع کو مکمل کیا۔ اس میں دلالت ہے کہ تمام طاعات، دین ایمان اور اسلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی میں نے تمہیں بتایا کہ میری رضا تمہارے لیے دین میں ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمارے لیے دین کو پسند کیا، پس اس دن کے ساتھ رضا کے خاص ہونے کا فائدہ نہ ہو گا اگر ہم اسے اپنے ظاہر پر رکھیں۔ اگر کہا جائے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے پسند کیا جب تم نے میرے لیے اس دین کا اقرار کیا جو تمہارے لیے میں نے شروع کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا سے مراد یہ ہو کہ میں نے تمہارے اسلام کو پسند کیا بطورِ دین جس پر تم آج ہو یہ اپنے کامل کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا ، اس سے کوئی چیز منسوخ نہیں کروں گا۔ اسلام سے مراد یہاں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[15] میں ہے جبریل نے نبی رحمت ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کیا تھا اس کی جو تفسیر کی گئی تھی وہ ایمان، اعمال اور دوسرے احکام کا نام ہے۔[16]

13- القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:6، ص:59، 60

14- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الایمان و قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس، رقم الحدیث:8

15- سورۃ آل عمران 19:3

16- القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:6، ص:61، 62

اس بحث سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں۔

☆اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے دین متین کے جملہ احکام کی تکمیل ہوئی، حجۃ الوداع کے موقع پر اس کا نزول اس بات کی دلیل ہے کہ حج کے علاوہ دیگر احکام پہلے نازل ہو چکے تھے۔ جب نبی کریمؐ نے فریضۂ حج ادا فرمالیا اور صحابہ کرام نے مناسکِ حج سیکھ لیے تو جملہ احکام کی تکمیل ہو گئی۔

☆ تکمیلِ دین کا مرحلہ صحابہ کرام کے لیے بالخصوص اور امتِ مسلمہ کے لیے بالعموم عید اور خوشی کا موقع تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکمیلِ دین کو اتمام نعمت قرار دیا جانا امتِ محمدیہ کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔

☆اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بطورِ دین پسند فرمایا لہٰذا قیامت تک کے لیے یہی دین پسندیدہ قرار پاتا ہے۔ اور اسی دین کے احکام جامع، واسع، کافی اور وافی ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کا ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہونا

اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے ساتھ لازوال محبت کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ ہر لمحہ ہماری نگاہِ لطف و کرم میں ہیں۔ آپ کی ذاتِ اقدس، آپ کا ہر قول و عمل ہمہ وقت پروردگارِ عالم کی نظروں میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہےوَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا[17]"اور آپ صبر فرمایئے اپنے رب کے حکم سے پس آپ بلاشبہ ہماری نظروں میں ہیں۔"

اس کی تفسیر کرتے ہوئے امام قرطبی بیان کرتے ہیں۔وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کیجئے جو اس نے آپ پر رسالت کی ذمہ داریاں ڈالیں۔ ایک قول یہ ہے: اس آزمائش پر صبر کیجئے جو اس نے آپ کی قوم کی جانب سے آپ کو آزمائش میں ڈالا۔ پھر آیت سیف کے ساتھ اسے منسوخ کر دیا گیا۔فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَاہماری آنکھوں کے سامنے جو تم کہتے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو ہم اسے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے : کیونکہ ہم تجھے دیکھتے ہیں، تیری حفاظت کرتے ہیں۔ سب کا معنی ایک ہی ہے؛ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:وَلِتُصْنَعَ عَلٰي عَيْنِيْ [18] مراد میری حفاظت اور میری نگہبانی میں۔[19]

-17 سورۃ الطور،48:52

-18 سورۃ طٰہٰ،39:20

-19 القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:17، ص:69

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مقرب و محتشم تھے کہ آپ کا سراپا اور آپ کی سیرت ہمہ وقت قدرت کی نگاہوں میں تھی۔ یہ عظمتِ شان آپ کی انفرادیت تھی۔

آپ ﷺ کا کل انسانیت کے لیے مبعوث ہونا

نبی کریم ﷺ کی بعثت کل انسانوں کے لیے ہونا خصائص نبوی میں سے ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ سبا میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[20]

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر، لیکن اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

امام قرطبی لکھتے ہیں: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے۔ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے۔ زجاج نے کہا: مراد ہے ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر انذار اور ابلاغ کے ساتھ تمام لوگوں کو اکٹھا کرنے والا۔ کافۃ یہ جامع کے معنی میں ہے۔ ایک قول کے مطابق: تمام لوگوں کو روکنے والا، یعنی آپ ﷺ ان کو کفر سے روکنے والے ہیں اور آپ ﷺ انہیں اسلام کی دعوت دینے والے ہیں۔ ہاء مبالغہ کے لیے ہے۔ ایک اور قول یہ ہے: تقدیر کلام ہے الا ذا کافة مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے، معنی بنتا ہے لوگوں کو اس سے روکنے والے کہ وہ آپ ﷺ کی تبلیغ سے دور بھاگیں یا انہیں کفر سے روکنے والے۔ اسی سے ہے: کف الثوب کیونکہ اس نے اس کی دونوں طرفوں کو ملایا۔ بَشِيْرًا جو اطاعت کرے اسے جنت کی خوشخبری دینے والے ہیں۔ وَّنَذِيْرًا جو کفر کرے اس کو آگ سے خبردار کرنے والے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو ہے اس کو نہیں جانتے، جب کہ وہ مشرک ہیں۔ وہ اس وقت مومنوں سے تعداد میں زیادہ تھے۔[21]

اس بحث سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

☆ نبی کریم ﷺ کا انذار و ابلاغ کل انسانیت کے لیے تھا۔

☆ آپ ﷺ تمام لوگوں کو نکتہ توحید پر جمع کرنے والے تھے۔

-20 سورۃ السباء، 28:34

-21 القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:14، ص:264،265

☆ آپ اہل ایمان کے لیے بشیر اور اہل کفر کے لیے نذیر بن کر مبعوث ہوئے۔

آپ ﷺ کی بعثت کا مومنوں کے لیے احسانِ عظیم ہونا

اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو کل مخلوقات کی طرف مبعوث فرمایا۔ لہٰذا کل انسانیت کی طرف آپ کی بعثت امر مسلّم ہے۔ لیکن خصوصاً بالخصوص مومنین کے لیے آپ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ [22]

"یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں سے ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن و سنت۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے"۔

قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر ان پر اپنے احسان عظیم کو ظاہر فرمایا ہے اور یہاں احسان کرنے کے معنی میں کئی اقوال ہیں: پہلا یہ کہ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کا معنی ہو بشر مثلھم ۔یعنی آپ ان کی مثل بشر ہیں۔ پس جب دلائل واضح ہیں کہ آپ ان کی مثل بشر ہیں تو اس سے پتا چلا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ یا یہ کہ: یعنی آپ ان میں سے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ مشرف و مکرم ہوئے ہیں یہ بھی ایک احسان ہے اور یہ قول بھی ہے: تاکہ آپ کی حالت کو پہچان سکیں اور ان پر آپ کا طریقہ اور سنت مخفی نہ رہے۔ اور جب ان میں آپ کا مقام یہ ہے تو وہ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے قتال اور جنگ کریں اور قطعاً آپ سے دور نہ بھاگیں۔ اور قرأت شاذہ میں فا کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یعنی آپ ان میں اشرف و اعلیٰ (خاندان) میں سے ہیں، کیونکہ آپ بنی ہاشم میں سے ہیں اور بنو ہاشم قریش سے افضل ہیں اور قریش بقیہ عربوں سے افضل ہیں اور عرب غیر عربوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ: یہ آیت لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ صرف عرب والوں کے لئے ہے اور دوسروں نے کہا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام کے تمام مومنین مراد لئے ہیں۔ اور مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کا معنی ہے کہ آپ ﷺ ان میں سے ایک ہیں اور انہیں کی مثل بشر ہیں اور بلاشبہ آپ

22- سورۃ آلِ عمران، 164:3

وحی کے سبب ان سے ممتاز ہیں اور یہی معنی اس ارشاد کا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ[23] (بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے)۔ اور مومنین کو ذکر کے ساتھ اس وجہ سے خاص کیا ہے۔ کیونکہ وہی آپ سے نفع اٹھانے والے ہیں، پس ان پر احسان عظیم تر ہوا۔[24]

مذکورہ بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

☆ حضور رحمتِ عالم ﷺ اگرچہ کل انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے لیکن آپ کی بعثت خصوصی طور پر اہلِ ایمان کے لیے پروردگارِ عالم کا احسانِ عظیم ہے۔

☆ رحمتِ عالم ﷺ کی بشریت، وحی کے سبب دوسروں سے ممتاز ہے۔

☆ آپ ﷺ سے حقیقی معنوں میں استفادہ کرنے والے اہلِ ایمان ہیں۔

امتِ محمدیہ کا امتِ وسط ہونا اور نبی رحمت ﷺ کا ان پر گواہ ہونا

قرآن مجید میں امتِ محمدیہ کو امت وسط قرار دیا گیا ہے اور دوسرے لوگوں پر گواہی قائم کرنے والا بنایا گیا ہے۔ اور رسولِ مکرم ﷺ کو تمام لوگوں پر گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[25] "اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو"۔

امام قرطبی لکھتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کعبہ زمین کے درمیان ہے اسی طرح تمہیں امت وسط بنایا یعنی تمہیں انبیاء سے کم درجہ اور دوسری امتوں سے بلند درجہ بنایا۔ الوسط کا مطلب العدل ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اچھی چیز درمیانی چیز ہوتی ہے ابو سعید خدری نے نبی مکرم ﷺ سے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

23- سورۃ التوبہ، 128:9

24- القرطبی، الجامع لاحکام القران، ج:4، ص:256، 257

25- سورۃ البقرہ، 143:2

کے تحت روایت کیا ہے والوَسطُ العَدْلُ یعنی وسط سے مراد عدل ہے۔[26] قرآن میں ہے: قال اوسطھم [27]یعنی درمیان والے اور بہتر شخص نے کہا۔

جب وسط میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی تو وہ محمود ہوتا ہے۔ یعنی اس امت میں نہ تو نصاریٰ کا غلو ہے جو وہ انبیاء کرام کے بارے کرتے تھے اور نہ یہود کی طرح کوتاہی ہے جو وہ انبیاء کی شان میں کرتے تھے۔ بخاری میں حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو پکارا جائے گا۔ وہ کہیں گے: لبیک وسعدیک یارب۔ اے رب! میں حاضر ہوں، تیری سعادت سے سعادت حاصل کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تو نے پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا اس نے تمہیں پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں، ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیری گواہی کون دے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُہٗ حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت۔ پس یہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔ اور حضرت محمد ﷺ تم پر گواہی دیں گے۔[28]

ارشادِ الٰہی کا یہی مفہوم ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ امتیں کہیں گی وہ ہمارے خلاف کیسے گواہی دیں گے جنہوں نے ہمیں پایا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: تم ان کے خلاف کیسے گواہی دو گے جن کو تم نے پایا ہی نہیں۔ امت محمدیہ کے لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہماری طرف تو نے رسول مبعوث فرمایا، ہماری طرف تو نے اپنا عہد اور اپنی کتاب نازل فرمائی، تو نے خود ہم پر بیان کیا کہ انہوں نے پیغام پہنچایا تھا۔ پس جو تو نے ہمیں عہد دیا تھا اس کی بنا پر ہم نے گواہی دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: انہوں نے سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی یہی مراد ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وسط سے مراد عدل ہے۔

26- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل "والقد ارسلنا نوحا الی قومہ"، رقم الحدیث:3339

27- سورۃ القلم، 28:68

28- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل "ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ"، رقم الحدیث:3339

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا قیامت کے دن حضرت محمد ﷺ کی امت گواہی دے گی مگر وہ گواہی نہیں دے گا جس کے سینے میں اپنے بھائی کے بارے میں عداوت ہو گی۔ بعض نے کہا آیت کا معنی ہے: بعض بعض کے مرنے بعد گواہی دیں گے حضرت انس روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو اس پر خیر سے تعریف کی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر واجب ہو گئی۔ پھر ایک جنازہ گزرا جس کی برائی بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی تم نے خیر کے ساتھ تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی اس کے لئے آگ واجب ہو گئی۔ المومنون شهداء الله فی الارض تم مسلمان زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔[29] پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَعَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا میری امت کو ایسی تین چیزیں دی گئی ہیں جو سوائے انبیاء کے کسی کو عطا نہیں کی گئیں اس میں یہ بھی ہے کہ: جب اللہ کریم نے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اسے اپنی قوم پر شہید بنایا اور اس امت کو تمام لوگوں پر گواہ بنایا۔[30]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا بعض علماء نے فرمایا: اس کا معنی ہے قیامت کے روز رسول مکرم ﷺ تمہارے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ بعض علماء نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بمعنی لکم ہے یعنی تمہارے لئے ایمان کی گواہی دے گا۔ بعض علماء نے فرمایا: تمہارے لئے تم پر تبلیغ کی گواہی دے گا۔[31]

مذکورہ بحث سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

☆ امتِ محمدیہ کو امتِ وسط قرار دے کر اسے بہترین اور عدل کرنے والی امت ٹھہرایا۔

☆ امتِ محمدیہ، سابقہ انبیاء کی دعوت و تبلیغ پر گواہی قائم کرے گی کہ انہوں نے پیغامِ توحید پہنچانے کا حق ادا کیا۔

☆ نبی کریم ﷺ بروز محشر کل انسانوں کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

-29 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الشہادات، باب تعدیل کم یجوز، رقم الحدیث: 2642

-30 حکیم ترمذی، ابو عبد اللہ محمد بن علی، نوادر الاصول، ص: 391

-31 القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج: 2، ص: 149 تا 151

نکاح کے متعلق آپ ﷺ کے امتیازات

نکاح کے متعلق آپ ﷺ کے امتیازات کا بیان سورۃ احزاب میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [32]

"اے نبی (مکرم!) ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لئے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ تعالیٰ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی آپ کے ساتھ اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیے۔ یہ (اجازت) صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔ ہمیں خوب علم ہے جو ہم نے مقرر کیا ہے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

تفسیر قرطبی میں اس مقام پر ان الفاظ میں بحث کی گئی ہے۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے دعوت نکاح دی تو میں نے آپ ﷺ سے معذرت کی تو آپ نے میری معذرت کو قبول کر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا: اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ ۔ کہا: میں آپ ﷺ کے لیے حلال نہ تھی کیونکہ میں نے ہجرت نہ کی تھی میں طلقاء (جن کو چھوڑ دیا گیا) میں سے تھی۔[33]

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی عورتوں کو اختیار دیا اور عورتوں نے آپ کو پسند کر لیا تو ان سے زائد سے شادی کرنا آپ کے لیے حرام کر دیا گیا اور ان کی جگہ کسی اور سے شادی کرنا بھی حرام کر دیا گیا یہ دراصل ان کے اس عمل کا بدلہ تھا جو ازواج مطہرات نے کیا تھا۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاۗءُ مِنْۢ بَعْدُ[34] کیا

-32 سورۃ الاحزاب، 50:33

-33 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع، ابواب التفسیر عن رسول اللہ، باب من سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: 3214

-34 سورۃ الاحزاب، 52:33

یہ حلال تھا کہ اس کے بعد آپ کسی ایک کو طلاق دے دیں؟ ایک قول کے مطابق: یہ آپ کے لیے حلال نہیں تھا یہ اصل میں بدلہ تھا کہ جو انہوں نے حضور ﷺ کو اختیار کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ: یہ حضور ﷺ کے لیے حلال تھا جس طرح دوسرے لوگوں کے لیے حلال تھا لیکن اس کے بدلہ میں آپ کسی سے شادی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر اس حرمت کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مباح کر دیا کہ جس عورت سے چاہیں شادی کر لیں۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ احلال کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس سے قبل حرمت بھی ہو۔ آپ کی وہ بیویاں جو آپ کی زندگی میں تھیں وہ آپ پر حرام نہیں تھیں۔ آپ پر حرام عورتوں سے نکاح کرنا تھا تو احلال ان کی طرف پھر گیا، کیونکہ آیت کے سیاق میں فرمایا: بَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ یہ بات تو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے عقد میں آپ ﷺ کی چچازاد، آپ ﷺ کی پھوپھی زاد، آپ ﷺ کی ماموں زاد اور آپ ﷺ کی خالہ زاد کوئی بھی نہ تھی اس سے پتا چلا کہ ابتداء میں ان کے ساتھ شادی کرنا حلال تھا۔ یہ آیت اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول کے اعتبار سے متاخر ہے، لہٰذا اس نے اس آیت کو منسوخ کر دیا۔ اور اس کو بعد میں تلاوت کیا جاتا ہے۔

امام قرطبی اپنا تجزیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا: ما مات رسول الله ﷺ حتى احل له النساء۔ رسول اللہ ﷺ کا وصال نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ نے عورتوں سے نکاح کرنا آپ کے لیے حلال کر دیا۔[35]

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وہ بیویاں جن کو آپ نے مہر دے دیا اور جو آپ کی باندیاں ہیں ان سے زائد ہم نے عورتیں آپ کے لیے حلال کر دی ہیں؛ یہ جمہور کا قول ہے۔ کیونکہ اگر یہ ارادہ ہوتا کہ ہم نے آپ کے لیے وہ عورت حلال کر دی ہے جس سے آپ نے نکاح کیا اور آپ نے اسے مہر دے دیا تو اس کے بعد یہ نہ فرماتا کیونکہ یہ تو ما قبل میں داخل ہے۔

امام قرطبی کہتے ہیں: یہ لازم نہیں آتا ان کا خصوصاً ذکر کیا مقصد ان کی شرافت کا اظہار ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ[36]

35- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع ابواب التفسیر عن رسول اللہ ﷺ باب و من سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: 3216

36- سورۃ الرحمٰن، 68:55

الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ اس میں دو قول ہیں: آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سے جس طرح تیرے چچا حضرت عباس کی بیٹیاں، اس کے علاوہ عبد المطلب کی اولاد، عبد المطلب کی بیٹیوں کی اولاد عبد مناف بن زہرہ کی بیٹیوں کی اولاد، حلال نہیں مگر جو مسلمان ہو ۔مَعَکَ یہاں معیت سے مراد ہجرت میں اشتراک ہے صحبت میں اشتراک نہیں۔ جس نے ہجرت کی وہ آپ کے لیے حلال ہو گیا۔ جب اس نے ہجرت کی اس وقت وہ آپ کی صحبت میں تھا یا نہیں تھا۔

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اس کا عطف احللنا پر ہے۔ جس کا معنی ہے اور ہم نے آپ کے لیے اس عورت کو بھی حلال کیا ہے جو بغیر مہر کے اپنا آپ آپ ﷺ کو ہبہ کرتی ہے۔ امام قرطبی اپنا مؤقف بیان فرماتے ہیں کہ صحیحین میں جو روایت ہے وہ اس قول کو قوت بہم پہنچاتی ہے اور اس کی تائید کرتی ہے۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: کُنْتُ اَغارُ علی اللاتی وھبن انفسھن لرسول الله ﷺ میں ان عورتوں پر غیرت کھاتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر پیش کرتی تھیں اور میں کہا کرتی تھی: کیا کوئی عورت حیا نہیں کرتی کہ وہ اپنا آپ بطور ہبہ کسی مرد کو پیش کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَ تُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ [37] میں نے عرض کی۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے رب کو دیکھتی ہوں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔[38]

اس بحث سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

☆ مسلمان مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت ہے جبکہ نبی مکرم ﷺ کو چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت تھی۔

☆ مسلمان مردوں کے لیے لونڈیوں کو حلال قرار دیا گیا۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ کے پاس بھی متعدد لونڈیاں تھیں۔

☆ رسولِ اکرم ﷺ کے لیے وہ عورتیں بھی حلال تھیں جنہوں نے اپنی ذات کو حضور ﷺ کے لیے ہبہ کیا اور ان کی تعداد چار تک بیان کی گئی ہے۔

37- سورۃ الاحزاب، 51:33

38- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ترجی من تشاء منھن وتوی الیک، رقم الحدیث: 4788

امت کے ساتھ قربِ خاص

حضور نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے۔ البتہ اہل ایمان کے ساتھ آپ کا قرب انفرادیت کا حامل ہے اور وہ یہ کہ آپ انکی جان سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔ یہ اعزاز صرف اور صرف آپ کے امتیوں کو حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ [39]

"نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں"

امام قرطبی لکھتے ہیں: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہ وہ آیت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو زائل فرمایا جو ابتدائے اسلام میں تھے۔ نبی کریم ﷺ اس آدمی کا نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس کے ذمہ کوئی قرض ہو تا جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو فتوحات سے نوازا فرمایا: انا اولی باالمومنین من انفسھم فمن توفی من المومنین فترک دینا فعلی قضاءہ ومن ترک مالا فلورثته-"میں مومنوں سے ان کی ذاتوں سے زیادہ قریب ہوں جو مومن فوت ہو اور اس پر قرض ہو تو اس قرض کو ادا کرنا میری ذمہ داری ہے اور جو مال چھوڑ جائے تو اس کے وارثوں کا ہے"[40] صحیحین نے نقل کیا ہے۔ ان میں یہ بھی ہے: "تم میں سے جو قرض یا بال بچے چھوڑ جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں"۔[41] ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اب معاملہ گناہوں کی صورت میں پلٹ گیا ہے یعنی آپ ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اگر وہ مال چھوڑ جائیں تو عصبات اس میں شریک ہوں گے اور اگر وہ بال بچے چھوڑ جائیں تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

علماء عارفین میں سے ایک نے کہا: حضرت محمد ﷺ ان کے نفسوں سے زیادہ خیر خواہ ہیں کیونکہ ان کے نفوس انہیں ہلاکت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ اسی امر کی تائید نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کرتا ہے۔

39- سورۃ الاحزاب، 6:33

40- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الکفالۃ باب الدین، رقم الحدیث: 2298

41- ایضاً

انما مثلی و مثل امتی کمثل رجل استوقد نارا فجعلت الدواب والفراش یقعن فیه وانا اخذ بحجزکم وانتم تقحمون فیه[42]

"میری اور میری امت کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو آگ کو روشن کرتا ہے تو جاندار اور پتنگے اس میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں جب کہ تم اس میں گرنا چاہتے ہو"

حضرت جابرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے: وانتم تفلتون من یدی [43] جب کہ تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اولی بھم سے مراد ہے جب آپ کسی چیز کا حکم دیں اور نفس کسی اور چیز کی طرف دعوت دے تو نبی کریم ﷺ کا حکم اطاعت کے زیادہ لائق ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اولی بھم سے مراد ہے آپ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ مومنوں کو حکم دیں تو آپ ﷺ کا حکم ان کی ذاتوں میں نافذ ہو یعنی جو وہ اپنے بارے میں حکم دیتے ہیں اور وہ آپ کے حکم کے خلاف ہوتا ہے اس کی بجائے آپ کا حکم اطاعت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: امام پر لازم ہے کہ فقراء کا قرض بیت المال سے ادا کرے وہ اس امر میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کے وجوب کی تصریح کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی ازواج کو شرف سے نوازا کہ انہیں مومنوں کی مائیں بنا دیا، یعنی ان کی تعظیم، ان کے ساتھ حسن سلوک، ان کی تکریم اور مردوں کے ساتھ ان کے نکاح کی حرمت واجب ہے اسی طرح اپنی ماؤں کے برعکس ان سے پردہ کرنا واجب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ جب ان کی شفقت ماؤں کی شفقت جیسی ہے تو انہیں ماؤں کے قائم مقام رکھا۔ پھر یہ ماں کا رشتہ میراث کو ثابت نہیں کرے گا جس طرح متبنیٰ ہونے کی وجہ سے مال رشتہ وراثت کو ثابت نہیں کرتا۔ ان کی بیٹیوں سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا جائز ہے انہیں لوگوں کی بہنیں نہیں بنایا جائے گا۔

امام قرطبی ایک مسئلہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا وہ مردوں اور عورتوں کی مائیں ہیں یا صرف مردوں کی مائیں ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں ایک عورت نے

-42 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب الانتھاعن المعاصی، رقم الحدیث: 6483

-43 المسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب شفقتہ علی امتہ، رقم الحدیث: 6095

آپ سے کہا اے ماں! حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: میں تیری ماں نہیں ہوں بلکہ میں صرف تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔

اس کے بعد امام قرطبی اپنی رائے دیتے ہیں عورتوں کے سوا مردوں کے لیے اس حکم کی اباحت کے حصر کے اختصاص میں کوئی فائدہ نہیں میرے لیے جو امر ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وہ مردوں اور عورتوں کی مائیں ہیں۔ مقصد اس حق کی عظمت کا اظہار ہے جو حق ان کا مردوں اور عورتوں پر ہے جس پر آیت کا ابتدائی حصہ دلالت کرتا ہے۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہ حکم بدیہی طور پر مردوں اور عورتوں کو شامل ہو گا۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابرؓ کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔[44]

اس بحث سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

☆ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ میں نبی کریم ﷺ کو مومنوں کی جان سے زیادہ ان کے قریب قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس قدر کوئی مسلمان اپنی جان پر حق رکھتا ہے، نبی کریم ﷺ اس سے زیادہ اسکی جان پر حق رکھتے ہیں۔

☆ ابتدا میں حضور ﷺ مقروض مسلمان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد آپ اس کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لیتے اور نماز جنازہ پڑھا دیتے۔

☆ ایک قول کے مطابق آپ گناہگار امتیوں کے گناہوں کو بخشوانے کے زیادہ حق دار ہیں لہٰذا آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت فرمائیں گے۔

☆ رسولِ مکرم ﷺ مومنوں کی جانوں کے زیادہ خیر خواہ ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اہل ایمان آپ کی اطاعت کریں اور ان پر آپ کے احکام نافذ ہوں۔

☆ نبی رحمت ﷺ کی ازواج اہل ایمان کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔

☆ امہات المومنین تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی مائیں ہیں۔

☆ نبی رحمت ﷺ کے انتقال کے بعد کسی مرد کو آپ کی ازواج مطہرات سے شادی کی اجازت نہیں تھی۔

44- القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:14، ص:110 تا 112

☆ازواج مطہرات کو امہات المومنین قرار دیا گیا لیکن بناتِ طاہرات کو مومنین کی بہنیں قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان کے سلسلہ ازدواج کو باقی رکھا گیا۔

آپ ﷺ کا مقام محمود پر فائز ہونا

نبی کریم ﷺ کو آخرت میں جو مناصب جلیلہ عطا کیے جائیں گے ان میں سے ایک عظیم منصب مقامِ محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓي اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [45]

"اور رات کے بعض حصہ میں (اٹھو) اور نماز تہجد ادا کرو (تلاوت قرآن کے ساتھ) (یہ نماز) زائد ہے آپ کے لئے یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر"۔

مقام محمود کے بارے میں چار مختلف قول ہیں:

یہی زیادہ صحیح ہے کہ یہ قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کا مقام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا: بے شک لوگ قیامت کے دن گروہ گروہ ہو جائیں گے اور ہر امت اپنے نبی علیہ السلام کی اتباع کرے گی اور یہ کہے گی: اے فلاں! تو شفاعت کر، یہاں تک کہ حضور نبی مکرم ﷺ پر شفاعت انتہاء کو پہنچ جائے گی، پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر سرفراز فرمائے گا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی رحمت حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمایا: "جب روز قیامت ہو گا لوگ آپس میں بعض بعض سے اضطراب کا اظہار کریں گے اور پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے تو آپ کہیں گے: میں ایسا نہیں کر سکتا، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ بھی فرمائیں گے میں نہیں کر سکتا، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ کہیں گے: نہیں میں شفاعت نہیں کر سکتا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں تو وہ بھی فرمائیں گے: میں اس کے لیے تیار نہیں البتہ تم

45- سورۃ الاسراء، 79:17

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: میں اس کے لئے تیار ہوں"۔[46]
اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے قول باری تعالیٰ: عَسٰٓي اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ (مقام) شفاعت ہے"۔[47]

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مقام محمود ہی اس شفاعت کا امر ہے جسے انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے ذمہ لگائیں گے، یہاں تک کہ یہ امر ہمارے نبی مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ تک انتہا کو پہنچ جائے گا۔ پس آپ اہل موقف کی شفاعت کریں گے تاکہ ان کا حساب جلدی میں ہو جائے اور وہ اپنے موقف (ٹھہرنے کا محل، میدانِ حشر) کے ہول اور خوف سے راحت اور سکون پالیں، اور یہ شفاعت حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: انا سید ولد آدم ولافخر "میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں"[48] رسول اللہ ﷺ کے لیے تین شفاعتیں ہیں:

شفاعت عامہ، جنت کی طرف سبقت لے جانے کی شفاعت، اور اہلِ کبائر کی شفاعت۔ مشہور یہ ہے کہ یہ صرف دو شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جہنم سے گنہگاروں کو نکالنے کی شفاعت اور یہ دوسری شفاعت وہ ہے جسے انبیاء علیہم السلام دور نہیں ہٹائیں گے اور نہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالیں گے بلکہ وہ شفاعت کریں گے اور علماء بھی شفاعت کریں گے۔ اور قاضی ابو الفضل عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: قیامت کے دن ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شفاعتیں پانچ ہیں۔ ایک شفاعت عامہ، دوسری بغیر حساب کے قوم کو جنت میں داخل کرنے کے بارے، تیسری آپ کی امت کے موحدین کی ایک جماعت جنہوں نے اپنے گناہوں کے سبب جہنم واجب کر لی ہو گی پس ان کے بارے میں ہمارے نبی مکرم ﷺ شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ جس کے بارے چاہے گا کہ وہ شفاعت قبول کرے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں اور یہی وہ شفاعت ہے جس کا مبتدع خوارج اور معتزلہ نے انکار کیا ہے، اور انہوں نے اس کا انکار اپنے فاسد اصولوں کی بناء پر کیا ہے، اور وہ استحقاق عقلی ہے جس پر کسی کو حسین اور قبیح قرار

46- المسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا، رقم الحدیث:193
47- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع، ابواب التفسیر، باب سورۃ بنی اسرائیل، رقم الحدیث:3137
48- حاکم، المستدرک، بلا ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی ابن مریم، رقم الحدیث:4189

دینے کا دارومدار ہے اور چوتھی ان گنہگاروں کے بارے میں ہے جو جہنم میں داخل ہوں گے اور انہیں ہمارے نبی مکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور ان کے مومن بھائیوں کی شفاعت سے باہر نکالا جائے گا۔ اور پانچویں شفاعت جنت میں اہلِ جنت کے درجات میں زیادتی اور ان کی بلندی کے بارے ہو گی۔ اور یہ وہ شفاعت ہے جس معتزلہ انکار نہیں کرتے اور نہ وہ حشر اول کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کسی نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی۔ اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة أتِ محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود الذى وعدته قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔[49]

دوسرا قول ہے کہ مقام محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو قیامت کے دن لواء الحمد عطا کرنا ہے۔

امام قرطبی دونوں اقوال کے متعلق تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قول اور پہلے قول کے درمیان کوئی منافرت نہیں ہے، کیونکہ لواء الحمد آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں ہو گا اور آپ شفاعت کریں گے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر سے نہیں کہہ رہا اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہو گا اور اس پر مجھے فخر نہیں اور اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے سوا کوئی نبی نہ ہو گا مگر وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہو گا"۔[50]

تیسرے قول کے مطابق مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا اور اس بارے میں انہوں نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ امام قرطبی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر بٹھائے گا۔ اور یہ تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام اشیاء اور عرش کو پیدا کرنے سے قبل اپنی ذات کے ساتھ قائم اور موجود تھا، پھر اس نے بغیر حاجت اشیاء کو تخلیق فرمایا یعنی اسے ان کی حاجت اور ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کے لئے ایسا کیا اور اس لئے تاکہ اس کا وجود، اس کی توحید، کمال قدرت اور تمام افعال محکمہ کے بارے اس کا علم معلوم ہو جائے، اور اس نے اپنے لئے عرش تخلیق فرمایا اور اپنی

49- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الدعا عند النداء، رقم الحدیث:614

50- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع، ابواب التفسیر عن رسول اللہ ﷺ، باب سورۃ بنی اسرائیل، رقم الحدیث: 3148

قدرت اور شان کے مطابق اس پر قرار پذیر ہوا بغیر اس کے کہ اللہ کریم نے اس کو مس کیا ہو، یا عرش اس کے لئے مکان بنا ہو۔ وہ اب بھی اسی صفت پر ہے جس پر وہ زمان و مکان کو پیدا کرنے سے پہلے تھا؛ پس اس بناء پر جواز میں یہ قول کرنا برابر ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو عرش یا زمین پر بٹھایا گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر قرار پذیر ہونا انتقال، زوال، احوال کا تبدیل ہونا مثلاً اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور وہ حالت جو عرش کو مشغول کر دے، کے معنی میں نہیں ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کا اپنی شفاعت کے ساتھ جہنم سے انہیں نکالنا ہے۔

رات کے قیام کے مقام محمود کا سبب ہونے کے بارے میں علماء کے دو مختلف قول ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فعل میں سے جسے چاہے اپنے فضل کا سبب بنا دیتا ہے چاہے تو اس میں وجہ حکمت کی پہچان نہ کرائے، یا وجہ حکمت کی معرفت عطا کر دے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رات کے وقت قیام کرنے میں لوگوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت اختیار کرنا اور اس کی مناجات کرنا ہے، پس اس نے رات کے قیام میں اپنے ساتھ خلوت نشینی اور اپنی مناجات عطا فرما دی ہے اور یہی مقام محمود ہے اور اس میں مخلوق اپنے درجات کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت پاتی ہے اور مخلوق میں درجہ کے اعتبار سے سب سے اشرف واعلیٰ حضور نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے، کیونکہ آپ کو وہ کچھ عطا کیا جاتا ہے جو کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا اور آپ اس وقت شفاعت کریں گے جب کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ اور عسیٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ واجب اور ثابت کے معنی میں ہو گا۔ اور مَقَاماً ظرف کی بنا پر منصوب ہے، یعنی بمعنی فی مقام او الی مقام۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مقام محمود یہ وہی مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا"۔ پس مقام وہ جگہ جس میں انسان امور عظیمہ سرانجام دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ وہ مقامات جو بادشاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔[51]

اس بحث سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

☆ مقامِ محمود سے مراد منصبِ شفاعت ہے۔

☆ بروزِ محشر انبیاء وصالحین اپنے اپنے مرتبے کے مطابق شفاعت کریں گے اور نبی رحمت ﷺ شفاعتِ کبریٰ فرمائیں گے۔

51- القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:10، ص:267 تا272 (ملخصًا)

☆ایک قول کے مطابق مقام محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ کو قیامت کے دن لواء الحمد عطا کرنا ہے۔
☆ایک تحقیق یہ ہے کہ مقامِ محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ کو قیامت کے دن اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھانا ہے۔
☆شفاعت عامہ کا اختیار حضور ﷺ کو دیا جائے گا اور آپ گنہگار امتیوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جانے کا سبب بنیں گے۔
☆قیام اللیل کو نبی کریم ﷺ کے لیے مقامِ محمود کا سبب قرار دیا گیا۔

خلاصہ بحث

قرآن مجید سیرت طیبہ کا بنیادی ماخذ ہے جبکہ تفسیر قرآن، سیرت طیبہ کا تکمیلی مصدر ہے۔ دیگر مفسرین کی طرح امام قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں آیات سیرت کے تحت مباحثِ سیرت کو بیان کیا ہے۔ اس تحقیقی مقالہ میں تفسیر قرطبی میں بیان کردہ نبی کریم ﷺ کے خصائص و امتیازات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ مقالہ کے آغاز میں امام قرطبی کے احوال و آثار اور تفسیر قرطبی کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں نفسِ موضوع کو ذیلی عنوانات کے تحت قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے خصائص و امتیازات میں سے تکمیل دین، نبی کریم ﷺ کا ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہونا، آپ ﷺ کا کل انسانیت کی طرف مبعوث ہونا، آپ ﷺ کی بعثت کا مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہونا، امتِ محمدیہ کا امتِ وسط ہونا اور نبی کریم ﷺ کا ان پر گواہ ہونا، نکاح کے متعلق آپ ﷺ کے امتیازات، امت کے ساتھ قرب خاص اور آپ ﷺ کا مقامِ محمود پر فائز ہونا، کے مباحث شامل ہیں۔

ہر ذیلی عنوان کے تحت تمہید کے بعد متعلقہ آیت، ترجمہ اور امام قرطبی کے مباحثِ سیرت کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے اور ہر بحث کے آخر میں مرکزی نکات بیان کیے گئے ہیں۔ اس تحقیقی کاوش میں بیان کردہ نبی کریم ﷺ کے خصائص و امتیازات کے چند بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

1. نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے "تکمیلِ دین" اہم ترین خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا اور قیامت تک اس کے احکام جاری فرمائے۔
2. نبی مکرم ﷺ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف و کرم میں ہیں۔
3. نبی رحمت ﷺ کا انذار و ابلاغ کل انسانیت کے لیے تھا۔
4. رحمتِ عالم ﷺ کی بعثت بالخصوص اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔

5. نکاح کے امتیازات میں سے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی گئی اور آپ کی ازواج کو امہات المومنین قرار دیا گیا۔
6. امت کے ساتھ قرب خاص کے حوالے سے حضور ﷺ مومنین کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی ان پر ہر چیز سے مقدم ہے۔
7. قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا اور آپ شفاعتِ کبریٰ فرمائیں گے اور لواء الحمد آپ کے دستِ اقدس میں ہو گا۔